مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ

قسط نمبر ۲

تصنیف و تالیف

جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ۱۳۰۲ھ میں جن دنوں آپ حضرت میاں صاحب دہلویؒ کی خدمت میں تھے۔ آپ ہی کی نگرانی فتاویٰ نویسی کا آغاز کر دیا تھا ۱۳۰۲ھ میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر جب واپس وطن لوٹے تو اپنے کاشانے میں بیٹھ کر تدریس و تعلیم اور تصنیف و تالیف میں پوری زندگی گزار دی۔ تصنیف و تالیف کے لیے حضرت نے ایک مخصوص ہال بنوایا تھا جس میں کتب خانہ تھا۔ جس کا نظارہ مولانا شفیع احمد بہاری نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ موصوف لکھتے ہیں۔

> مولانا کا تصنیفی ہال میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے چاروں طرف دیوار سے لگی ہوئی الماریاں اور اس میں سلیقہ سے ہر فن کی کتابیں سجی ہوئی رہتیں، وسط میں مولانا کی تپائی اور اس پر ضرورت کی کتابیں پڑی رہتیں۔ گویا ایک چھوٹا سا اکیڈیمی تھا۔ جس کا مقصد سنت سنیہ کا احیاء اور بدعت سیئہ کا قلع قمع کرنا تھا۔ اس کمرہ کے شمال جانب برآمدہ اور چھوٹا سا خانہ باغ جس کے بائیں ایک بہت بڑا تالاب تھا، جو موسم برسات میں خاص لطف و بہار دیتا لیکن افسوس۔
>
> ع آں قدح بشکست و آں ساقی نماند (برہان جولائی ۱۹۵۱ء)

اس ہال میں بیٹھ کر ۲۶، ۲۷ سال کے عرصہ میں دو درجن کے قریب کتابیں تصنیف کی جو عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر مشتمل ہیں، ان میں اکثر دبیشتر، حدیث، رجال حدیث، فقہ فتاویٰ پر مشتمل ہیں۔ جن سے ان کی ایک وسعت معلومات کثرت مطالعہ اور تبحر علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کی تصانیف کا تذکرہ اور ان کے بعض اہم نکات

اور علمی مباحث کی نشاندہی کریں گے۔

(۱) غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد محدث ڈیانوی رح کی یہ سب سے بڑی تصنیف ہے۔ جسے ۳۲ اجزاء میں مکمل ہونا تھا۔ مگر افسوس کہ حضرت موصوف اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۳۲ اجزاء میں مکمل ہوئی[۱] مگر یہ صحیح نہیں "عون المعبود" کے جلد نمبر ۲ کے آخر میں خود محدث ڈیانوی نے لکھا ہے کہ ھذا الجزء الرابع من عون المعبود شرح سنن ابی داؤد تقبل اللہ منی و جعلہ ذخیرۃ لیوم المعاد ووفقنی لاتمام الشرح الکبیر المسمی بغایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد (عون المعبود ص ۵۲۹ ج ۲)

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ عون المعبود کی جلد رابع ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی تھی۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ ۱۳۲۳ھ تک غایۃ المقصود مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اور عون المعبود کی تقریظ میں علامہ حسین بن محسن انصاری وغیرہ نے جو یہ کہا ہے کہ غایۃ المقصود ۳۲ جلدوں میں ہے[۲] تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ شرح ۳۲ جلدوں میں مکمل ہوگی۔ سنن ابو داؤد کو چونکہ خطیب بغدادی نے ۳۲ اجزاء میں تقسیم کیا ہے اور اسی تقسیم کے مطابق محدث ڈیانوی اس کی شرح دو علیحدہ علیحدہ اجزاء میں کرنا چاہتے تھے۔ جس کا جزو اول طبع بھی ہوا۔ اس بنا پر ان بزرگوں نے تمام کتاب کا تخمینہ ۳۲ اجزاء تبلایا۔ نہ کہ یہ ۳۲ اجزاء میں مکمل ہوئی ہے۔ عون المعبود کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل نہیں ہو سکی جبکہ ہر اہم بحث کے آخر میں کہا گیا ہے کہ تفصیل غایۃ المقصود میں ملاحظہ فرمائیں مگر تیسری جلد کے "باب فی الدعا للمیت اذا وضع فی قبرہ" کے بعد یہ اشارہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ مولانا محمد عزیز سلفی صاحب حیات المحدث (ص ۱۸۰ - ۱۸۱) میں بھی اس نتیجہ تک پہنچے ہیں البتہ اس سلسلہ میں انہوں نے مزید مفید معلومات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر انہوں نے اس خیال کی پرزور تردید کی ہے کہ "غایۃ المقصود" کا نسخہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے خرید لیا تھا۔ اور اس کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے بذل المجہود" کی تکمیل کی[۳] صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ "غایۃ المقصود" کی تکمیل نہیں ہوئی اگر مکمل ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہوتی تو . . .

۱ے برہان جولائی ۱۹۵۱ء تذکرۃ المحدثین ص ۳۰۱ ج ۱۔ ترجمان دہلی، ۱۵ نومبر ۱۹۶۷ء الاعتصام ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء

۲ے عون المعبود ص ۵۵۴، ۵۵۵ ج ۴۔

سنن ابوداؤد کے لیے "لا مقصود الاھو" کا مصداق ہوتی اس کی افادیت کا اندازہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے، کہتے ہیں۔

حتی رایت جزاً واحداً من الشرح الذی الفہ الشیخ ابوالطیب شمس الحق بغایۃ المقصود فوجدتہ بکشف کنوزانہ ما فلاو بجمیع فخرو ناتہ ماخلا ومتہ درہ بذل فیہ وسعی سعیہ بذل مبلغ	یعنی میں نے ایک جز غایۃ المقصود کا دیکھا جو شیخ ابوالطیب شمس الحق کی تصنیف ہے۔ میں نے اسے ابوداؤد کے پوشیدہ خزانوں کو کھولنے والی اور تمام جواہرات سے بھری ہوئی پایا اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل فرمائے، انہوں نے شرح کا حق ادا کیا ہے

مولانا عبدالرشید اور مولانا ظہیر احسن نیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"وھذا شرح نفیس لیس لہ نظیر بین شروحہ وتلوق بالقبولیۃ بین العلماء الاعلام تقبل اللہ منہ	یعنی یہ شرح بہت عمدہ ہے اور ابو داؤد کی تمام شروح میں سے اس کی نظیر نہیں۔ علماء واعلام نے اسے شرف قبولیت بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس سعی کو قبول فرمائے اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ابوداؤد کی تمام شروح سے یہ فائق ہے، جس میں حسب ذیل خصوصیات ایسی ہیں، جو کم سے کم دوسری شرح میں نظر آتی ہیں۔
(ترجمان دہلی)	

(۱) اسانید کی وضاحت، یعنی روایت حدیث کے تراجم مع بیان کنیت نسب اور لقب کے نیز مشکل اسماء کے ضبط اور ان کے ثقہ یا ضعیف ہونے کے۔

(۲) سند یا متن میں اضطراب ہو تو اس کی وضاحت۔

(۳) مشکل الفاظ کے معنی۔

(۴) اماکن کی نشان دہی۔

(۵) حدیث کی تشریح خوب شرح وبسط سے اور مسائل فقہیہ جو اس سے مستنبط ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں۔

(۶) فقہائے کرام کے مابین مختلف فیہ فقہی اختلاف پر سیر حاصل بحث اور قول راجح کی نشان دہی

(۷) حدیث کی تخریج مع بیانِ صحت وضعف،

(۸) حدیث ترجمۃ الباب کی مؤیدات وشواہد مع بیانِ صحت وضعف،

(۹) اختلاف الرواۃ والنسخ

(۱۰) اصولی وفنی مباحث کی توضیح وتشریح۔

(۱۱) فقہی اختلاف کو بیان کرتے ہوئے، ائمہ دین میں سے جس کسی کے قول کو دلائل وبراہین کے قریب پایا اسے قبول کیا۔ اور مخالفین پر طعن اور ان کے استخفاف سے احتراز کامل فرمایا۔ مقلدین حضرات کی طرح نہیں کہ بہر صورت اپنے فقہی مسلک کو ہی صحیح ثابت کرنا ہے۔ اگرچہ اس کے لیے دور دراز تاویلات ہی کا سہارا لینا پڑے۔

(۱۲) جن روایات کو امام ابو داؤدؒ نے معلق بیان کیا ہے دوسری کتب حدیث سے ان کا اتصال اور مسند کا بیان مع بیانِ صحت وضعف۔

(۱۳) جو روایات مختصر ہیں اور احادیث کی دوسری کتابوں میں وہ مفصل ہیں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۴) حدیث کی تصحیح وتضعیف اور ترجمۃ الباب سے عدم مناسبت اور اسی نوعیت کے دیگر مباحث میں امام داؤدؒ کے موقف سے اختلاف اور اس پر دلائل۔

یہ ہیں وہ امور جن کا اس شرح میں اہتمام کیا گیا ہے۔ اگر ہم ان مباحث میں سے ہر ایک کی ایک مثال پیش کرتے تو بات لمبی ہو جاتی اس لیے ہم قصداً اس سلسلہ کو نظر انداز کرتے ہیں۔

الغرض یہ شرح اسی قسم کے گوناگوں فوائد وتنقیحات پر مشتمل ہے۔ رجال اور اسانید کے بارے میں تحقیقی انداز اختیار کرتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرونِ اولیٰ کا محدث اسناد واطراف پر بحث کر رہا ہے اور کبھی سنن ابو داؤد پر ''استدراک اور تتبع'' کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً امام ابو داؤدؒ ''باب الخاتم یکون فی ذکر اللہ تعالیٰ یدخل بہ الخلاء'' میں ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، ''لم یرو ہ الا ھمام'' جس پر ہمارے محدث ڈیانویؒ لکھتے ہیں۔

امام ابو داؤد کا یہ قول کہ ہمام اس میں منفرد ہے محل نظر ہے۔ کیونکہ اس کی متابعت یحییٰ بن المتوکل اور یحییٰ بن الضریس البجلی نے کی ہے۔ جیسا کہ

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے العلل اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے المستدرک اور امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں ذکر کیا ہے۔ غایۃ ص ۱۱۔

اسی طرح المسح علی الخفین میں بریدہ بن الحصیب کی روایت کے بعد امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ ھذا مما تفرد اھل البصرۃ کہ اس روایت کے بیان کرتے ہیں اہل بصرہ منفرد ہیں لیکن محدث ڈیانوی قدس سرہ پہلے اصول حدیث کی کتابوں سے تفرد کی تعریف اور پھر تفرد کے اقسام بیان کرتے ہیں۔

امام ابو داؤد کا کہنا کہ اہل بصرہ اسے بیان کرنے میں منفرد ہیں اس میں ان سے تسامح ہوا ہے کیونکہ اس میں بصری صرف ایک راوی مسدد بن مسرہد ہے اور وہ بھی منفرد، بلکہ احمد بن ابی شعیب نے اس کی متابعت کی ہے جیسا کہ خود امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ھناد کی روایت ترمذی میں علی اور ابن ابی شیبۃ کی ابن ماجہ میں ہے۔ کہ اس کی بجائے دہم بن صالح کوفی اس روایت میں منفرد ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، لہٰذا امام صاحب کو چاہیئے تھا کہ یوں فرماتے۔ ھذا مما تفرد بہ اھل الکوفۃ

یہ امور اس بات کے غماز ہیں کہ فن رجال سے مولانا ڈیانوی کو گہرا لگاؤ تھا جس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جامع ترمذی طبع ہند کے دوسرے صفحہ پر "حدثنا محمد بن حمید بن اسماعیل کی بجائے محمد بن اسماعیل سے اس کی تصحیح کرائی۔ (اہلحدیث)

اور مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الاحوذی، ج ص ۱۶ میں "قال بعضھم" کہہ کر جو اس تصحیف کی تصویب فرمائی ہے۔ تو اس سے مراد غالباً مولانا ڈیانوی ہی ہیں۔ اس فن میں ان کی وسعت معلومات ہی کا نتیجہ تھا وہ بسا اوقات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جیسے ناقد رجال اور علامہ سیوطی جیسے جامع العلوم پر بھی تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً امام ابوداؤد اپنی سنن میں باب السوال عن العطیۃ کے تحت فرماتے ہیں۔

وفی حدیث محمد بن عبد اللہ بن مریم عن ابی سلمۃ

محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے محمد مذکور کی توثیق اور اس کی روایت کی نشاندہی کی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسعاف المبطاء نام سے رجال موطا

۱۔ علی بن محمد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اس کی متابعت کی ہے ھناد۔

پر مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب اور تقریب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں۔

"والعجب من الشیخ جلال الدین السیوطی انہ لم یذکر ترجمۃ فی اسعاف المبطأ برجال المؤطا ثم العجب من الحافظ ابن حجر وغیرہ من النقاد انہ کیف لم یذکرہ فی التھذیب ولا فی التقریب مع کونہ من رجال المؤطا مع التزامہ باخراج من کان فی کتاب المؤطا"

محدث ڈیانویؒ نے جو الزام یہاں علامہ سیوطی پر عائد کیا ہے اس سے ہمیں اتفاق ہے مگر حافظ ابن حجر پر اظہار تعجب صحیح نہیں، ان کا یہ کہنا کہ "حافظ صاحب نے تہذیب و تقریب میں موطا کے رجال کا بھی التزام کیا ہے" یہی بات دراصل صحیح نہیں۔ یہ کتابیں تو صحاح ستہ اور اصحاب صحاح کی دیگر کتب کے رجال ہی سے مختص ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ تہذیب میں صراحت کی ہے، رجال موطا اور دیگر ائمہ ثلاثہ کی کتب کے رجال پر انہوں نے ایک مستقل کتاب بنام "تعجیل المنفعہ بزوائد رجال ائمہ الاربعہ" لکھی ہے۔ جس میں ان رواۃ کا ذکر کیا ہے جو صحاح ستہ سے زائد ہیں۔ اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے روایت کی ہے اور ایک کتاب میں محمد بن عبداللہ مذکور کا ترجمہ موجود ہے ملاحظہ ہو تعجیل المنفعہ ص ۳۶۸

معلوم یوں ہوتا ہے کہ مذکورہ الصدر الفاظ لکھتے ہوئے محدث ڈیانوی نے سامنے تعجیل المنفعہ نہ تھی جس سے حضرت موصوف کی ذات ستودہ صفات پر حرف نہیں آتا۔ علم و فضل میں اعلیٰ مقام کے حامل بھی آخر انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کی بھول ان کے علمی مقام کو قطعاً مجروح نہیں کرتی بلکہ ایسے امور تو انسانی معلومات کی حدود اور بشری عقل و فکر کی نارسائی کا پتہ دیتے ہیں۔ بالآخر کون ہے جس کا قدم اس وادی خارزار میں بالکل محفوظ رہا ہو۔ والمعصوم من عصمہ اللہ

عموماً کسی بزرگ کے حالات و سوانح لکھتے وقت صرف اس کے محامد اور اوصاف ہی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور بشری کمزوریوں سے حرف نظر کیا جاتا ہے ایک لحاظ سے یہ طریق کار صحیح بھی ہے۔ مگر دیانتداری سے سوچا جائے تو اس انداز سے شخصیت پرستی کی بو آتی ہے علم و فن کی اس قدر خدمت نہیں ہوتی، ہمارے اسلاف کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ علمی میدان میں اگر کسی بزرگ سے انسانی تقاضے کے مطابق فروگذاشتیں ہوئیں۔

تو اس کا اظہار برملا کر دیا جاتا اسے توہین یا استخفاف پر محمول کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ ہمارے محدث ڈیانوی کو ہی لیجیے امام داؤد کے قول ھذ حدیث مسدد ھو اتم کے متعلق لکھتے ہیں۔

شاید امام صاحب کو محمد بن یحییٰ کی مفصل روایت جو ابن ماجہ میں مذکور ہے
نہیں ملی تبھی وہ مسدد کی روایت کو "اتم" فرماتے ہیں۔ حالانکہ ابن یحییٰ کی روایت
مسدد کی روایت سے "اتم" ہے۔ (غایۃ ص ۷۷، ۷۸)

اسی طرح فقہی مسائل میں بھی محدث موصوف نے ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال کو دلائل کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔ اور جسے اقرب الی الصواب پایا اسے قبول فرمایا اور مردود قول کو دلائل سے رد کیا ہے۔ مگر فکری جمود کے حامل اسی حریت فکر کو قبول کرنے کی بجائے الٹا اسے ائمہ کی توہین قرار دیتے ہیں۔ عموماً حنفی مکتب فکر چونکہ صحیح حدیث کے موافق نہیں۔ اس لیے جابجا مولانا ڈیانوی نے اس کی کمزوریوں کو بیان کیا ہے۔ ارباب تقلید کو یہ بات راس نہ آئی تو کہہ دیا۔

الا انہ فی بعض المواضع منہ استخفہ الشیطان فاستطال
اللسان علی امام الائمۃ ابی حنیفۃ النعمان علیہ سجال
الرحمۃ والغفران ۔ (مقدمہ بذل المجہول)

دیانتداری کا تقاضا تھا کہ مولانا سہارنپوری ایسے مواقع کی نشاندہی فرماتے، جہاں مولانا ڈیانوی مرحوم نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق نازیبا کلمات استعمال کیے ہیں۔ غایۃ المقصود کا ایک پارہ ہمارے سامنے ہے، از اوّل تا آخر اسے پڑھا جائے تو کسی ایک مقام پر بھی آپ اس بات کو محسوس نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ غایۃ المقصود کے علاوہ ان کی دیگر تصانیف کو ہی اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ آپ کسی ایک مقام پر بھی ادب و احترام کا پہلو چھوٹا ہوا نہیں پائیں گے۔ ائمہ مجتہدین کے مابین اختلافات اور ان کی نوعیت کا ذکر بالخصوص امام صاحب کے شرف و فضل کا اعتراف "رفع الالتباس" میں دیکھیے گا جو ان کی تصنیف ہے۔ ہم مولانا سہارنپوری کے اس قول کو معاندانہ مخاصمت و مخالفت محمول کرتے ہیں۔ یا پھر بہتانِ عظیم سمجھتے ہیں۔ عفا اللہ عنا وعنہ۔

آخر میں شائقین حضرات کو یہ مژدہ جانفزا بھی سنا دیتے ہیں کہ غایۃ المقصود کے مزید دو پارے پٹنہ لائبریری سے مل گئے ہیں سنا ہے کہ ہندوستان میں حضرات سلفیین ان کی

طباعت کی فکر میں ہیں[۱] اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ یہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوں اور ذریعہ تسکین اہل ایمان ہوں۔

مقدمہ غایۃ المقصود دیکھنے کو بظاہر یہ غایۃ المقصود کا مقدمہ ہے مگر بڑے سائز کے اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے ساتھ ساتھ امام ابوداؤد کا "رسالہ مکیہ" بھی اس میں شامل کر دیا ہے جو سنن ابوداؤد کے لیے مقدمہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے علیحدہ تصنیف قرار دیا ہے، جس میں حسب ذیل مسائل کا تذکرہ ہے۔ (۱) کتب احادیث میں سنن ابی داؤد کا مقام (۲) امام ابوداؤد کے حالات (۳) سنن ابی داؤد کے نسخے (۴) شروح و حواشی سنن۔ (۵) اپنے شیوخ کا تذکرہ جن سے سنن کی سند حاصل کی۔ (۶) سنن ابی داؤد کی سند اس کے مولف مرحوم تک۔ یہ ہیں وہ امور جن کا اس مقدمہ میں ذکر کیا ہے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جو فوائد اس مقدمہ میں پائے جاتے ہیں، سنن کی تمام شروح کے مقدمہ میں کہیں نظر نہیں آتے اور بعد کے حضرات نے بھی کوئی اس میں اضافہ نہیں کیا۔ (باقی)

---

[۱] شیخ الکتبی نے "الطبعۃ الثانیہ" لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ غالباً انہوں نے طبعہ ثانیہ کا اعتبار اس بنا پر نہیں کیا کہ وہ طبع اول کا ہی فوٹو آفسٹ ہے یا طبع ثانی زیر مطلع نہیں ہوئے۔ واللہ اعلم